امت واحدہ بننے کے لئے پاکیزگی بھی ضروری ہے۔

بیوت الذکر، گھروں اور گلیوں کو صاف اور مزین کرنے کی تلقین

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ راگست ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیت کی تلاوت کی:

وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَيۡتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا ؕ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدۡنَآ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡعٰكِفِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۶﴾

(البقرہ: ۱۲۶)

اور فرمایا:

یہ آیت جس کا میں نے آج انتخاب کیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ وقت یاد کر یا وہ ایک بہت ہی اہم وقت تھا جب ہم نے بیت اللہ کو بنی نوع انسان کے آنے کی جگہ ٹھہرایا دور دور سے چل کر آنا اور اپنا مقصود بیت اللہ کو بنانا قرار دیا وَ اَمۡنًا اور اس جگہ کو امن کی جگہ قرار دیا۔ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى اور ابراہیم کے مقام پر اپنی نمازوں کی جگہ بناؤ۔

وَعَهِدۡنَآ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡعٰكِفِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۶﴾

اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے یہ عہد لیا کہ وہ میرے گھر کو دونوں مل کر پاک رکھیں گے تا کہ

دور سے آنے والے طواف کی خاطر آئیں یا وہاں مسجد میں اعتکاف کی خاطر آئیں یا رکوع و سجود کی خاطر آئیں ان کو میرے گھر میں پاکیزگی کے سوا کچھ اور دکھائی نہ دے۔ یہ تشریحی ترجمہ ہے اس آیت کا۔

سب سے پہلے تو میں وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں خانہ کعبہ کے پاس ایک مقام ابراہیم ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام عبادت کیا کرتے تھے۔ پس اس آیت کا عمومی مفہوم یہ ہی لیا جاتا ہے اور اسی مفہوم پر اکتفاء کی جاتی ہے کہ جب بھی حج پر لوگ پہنچیں اس مقام پر نماز پڑھنے کی کوشش کیا کریں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمازیں پڑھیں۔ اس مفہوم کے درست ہونے سے کوئی انکار نہیں لیکن اس میں اس سے ایک بہت اعلیٰ درجہ کا مفہوم بھی شامل ہے جس کا تعلق تمام بنی نوع انسان سے ہے۔ جہاں بھی وہ خدائے واحد کی پرستش کرتے ہوں جہاں بھی وہ نمازیں پڑھتے ہوں وہ اس آیت کے ارشاد کی تعمیل کرنے کے اہل ہیں۔ اہل جب میں کہتا ہوں تو مراد ہے ان کی طاقت میں ہے کہ اس کی تعمیل کی کوشش کریں۔

جہاں تک مرتبہ کے لحاظ سے اہلیت کا تعلق ہے ایک بہت ہی بڑا مطالبہ ہے جس کو پورا کرنے کی ہر انسان مقدرت نہیں رکھتا۔ مراد یہ ہے کہ ابراہیم نے جس انداز سے نمازیں پڑھیں جو مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے میں خدا کے حضور حاصل تھا اس مقام کو اپنانے کی کوشش کرو۔ جس طرح کامل وفا، کامل الحاح، کامل اطاعت، کامل وفاداری کے ساتھ اپنی توجہ کو خالصۃً اللہ کے لئے کرتے ہوئے اپنے وجود کو کوئی حصہ بھی باقی نہ چھوڑتے ہوئے، اپنی رضا، اپنی آرزوؤں کو یک نظر نظرانداز کرتے ہوئے، کلیۃً اپنے وجود کو خدا کے سامنے پیش کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام عبادت پہ کھڑے ہو جایا کرتے تھے اس کو نمونہ پکڑو، وہ مقام حاصل کرنے کی کوشش کرو عبادات میں۔

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اور ابراہیم اور اسمٰعیل دونوں سے ہم نے یہ عہد لیا کہ تم میرے گھر کو آنے والوں، طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والے، رکوع کرنے والے اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھو گے۔

یہ جو دوسرا پہلو ہے یہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اور تمام بنی نوع انسان کے لئے اہمیت کا حامل ہے اس کے بھی دوسرے پہلو کی طرف، اس کے اندر بھی دو پہلو موجود ہیں ایک تو ہے خانہ کعبہ کو صاف اور پاک رکھنا اور دوسرا ہے جو تمام بنی نوع انسان سے تعلق رکھتا ہے اور ان سب کو ایک صفائی

اور پاکیزگی کی تعلیم دی گئی ہے کیونکہ خانہ کعبہ کو جب مَثَابَةً لِّلنَّاسِ قرار دیا اور امن کی جگہ قرار دیا تو خانہ کعبہ کو ہر انسان کے لئے ایک بہترین ماڈل قرار دے دیا۔ مَثَابَةً میں یہ مضمون بھی داخل ہے کہ وہ اسے ایک مطمح نظر بنا کر اس کی طرف چلے آتے ہیں، وہ نمونہ ہے تمام بنی نوع انسان کے لئے بہترین گھر کا نمونہ۔ گھر میں جو سب سے اعلیٰ صفات ہونی چاہئیں وہ دو بیان فرمائی گئی ہیں اول طور پہ۔ اول گھروں میں عبادتیں ہونی چاہیں۔ دوئم ہر گھر کو امن حاصل ہونا چاہئے اور سوئم ہر گھر صاف اور پاک ہونا چاہئے۔ تنزیل کے طور پر بیت اللہ سے اُترتے ہوئے سب سے پہلے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی مساجد کو پاک اور صاف رکھیں، جہاں کہیں بھی وہ مساجد واقع ہوں ان کی صفائی ان کی پاکیزگی، ان کی ظاہری زینت کا بھی خیال رکھیں۔

جہاں تک زینت کا تعلق ہے قرآن کریم میں دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ ہر سجدہ گاہ کے لئے اپنی زینت لے کے حاضر ہوا کرو، زینت اختیار کر کے سجدہ گاہوں کی طرف آیا کرو۔ تو جو شخص خود زینت کا محل نہ ہو وہاں زینت لے کے جانا ایک بے محل بات ہے، بے موقع بات ہے۔ اس مضمون میں یہ بات بھی داخل ہوگئی کہ مسجدیں مزین ہونی چاہئیں، صاف ستھری پاکیزہ نظر کو بھانے والی اور دیدہ زیب۔

اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کو ابھی بہت زیادہ توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ جہاں تک مساجد کا تعلق ہے اس کے ساتھ ڈیزائن میں تو کچھ کسی حد تک یہ اجازت دی جاسکتی ہے کہ قومیں اپنے منشاء اپنے مزاج کے مطابق اس کی تصویر بنائیں، اس کے مطابق اس کا ڈھانچہ تیار کریں۔ جس رنگ میں بھی قومیں پسند کرتی ہیں عمارتوں کے نقشے اپنی پسند کی جھلک اپنی مساجد میں بھی دکھانے کی کوشش کریں۔ اس حد تک تو کوئی اعتراض کی بات نہیں لیکن صفائی کے معیار کے لحاظ سے ہر قوم کی مسجد کا صفائی کا معیار مختلف ہو یہ بالکل اسلامی تعلیم کے خلاف بات ہے۔ جب بھی بیت اللہ کا ذکر کرے گا اور بیت اللہ کے نمونے پر قائم ہونے والی دیگر عبادت گاہوں کا مضمون سامنے آئے گا تو صفائی اور پاکیزگی کا مضمون اس کے ساتھ اس طرح لازم ہے جسے الگ کیا ہی نہیں جاسکتا اور نمونہ خدا تعالیٰ نے ہمارے سامنے رکھ دیا اور پھر مسجد کی خدمت کو ایسا اعزاز بخشا ہے کہ اس سے بڑا اعزاز کسی مقام کی صفائی کے متعلق انسان کے تصور میں آ ہی نہیں سکتا۔

ہمارے ہاں معاشرے میں سمجھا جاتا ہے کہ خادمِ مسجد گویا معاشرے کی ایک معمولی سی چیز ہے بالکل جھوٹا اور لغو تصور ہے۔ جماعت کو اس تصور میں اصلاح کرنی چاہئے۔ خادم مسجد کا تو اتنا عظیم الشان مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں ابراہیم اور اسمٰعیل کے سپرد مسجد کی خدمت کی تھی اور ان سے عہد لیا تھا کہ تم میرے گھر کی صفائی کے لئے نوکروں کی طرح حاضر رہا کرو۔ اللہ کے گھر کی صفائی ہو اور اس میں یہ خیال کے ہم نے خادمِ مسجد کے سپرد یہ ذمہ داری کر دی ہے اور وہ چند پیسوں کے اوپر غریب آدمی جس کو اور کوئی ملازمت کی جگہ نہیں ملتی، بوڑھا ہو گیا ہے، گزارے کی اور صورت نہیں وہ مسجد کی صفائی کر دیا کرے اور جیسی بھی کر دیا کرے ٹھیک ہے۔ یہ قرآن کریم کی اس آیت کے مضمون سے ٹکرانے والا عمل ہے، اس سے متصادم ہے اور جماعت کو فوری طور پر اس معاملے میں اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

تمام عالم میں جہاں جہاں بھی جماعت کی مساجد ہیں وہ غریبانہ تو ہو سکتی ہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ ایسی غریبانہ بھی ہو سکتی ہیں کہ گھاس پھونس کی چھت ہو اور پانی ٹپکے اور زمین پختہ نہ ہو لیکن صفائی کے معیار سے ان پر کوئی انگلی نہیں اُٹھنی چاہئے۔ آنے والے کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس کسی نے بھی یہ غریبانہ مسجد بنائی ہے اپنی تمام جان اور تمام استطاعت کے ساتھ اس نے کوشش کی ہے کہ یہ گھر صاف اور ستھرا اور پاکیزہ دکھائی دے۔ اس بات کا جماعت کے ساتھ ایک گہرا تعلق ایک اور رنگ میں بھی پیدا ہوتا ہے۔

ایک موقع پر پاکستان میں بیس سال، پچیس سال کے قریب کی بات ہے میں نے ایک مسجد کو نہایت ہی گندی حالت میں دیکھا کوئی جگہ نہیں ملتی تھی ایسی جہاں اطمینان سے انسان سجدہ کر سکے۔ ہر طرف تنکے بکھرے ہوئے، خاک اڑتی اندر آتی تھی کسی نے کوشش نہیں کی کہ اس کو صفائی کر کے باہر پھینکے اور جماعت کے آپس میں جہاں تک اتحاد اور اتفاق اور محبت کا تعلق ہے اس کو بھی اسی حال میں پایا۔ چنانچہ میں نے ان کو توجہ دلائی، میں نے کہا آپ اگر مسجد کی عزت نہیں کریں گے اور مسجد کے لئے پوری کوشش کر کے، اس وقت میں نے یہ مثال تو نہیں دی لیکن جس حد تک بھی مجھے خیال آیا میں نے سمجھانے کی کوشش کی کہ خدا کے گھر کا جو تصور آپ کے ذہن میں ہے اس کے مطابق اس کو سجانے اور زینت دینے کی کوشش نہیں کریں گے تو بعید نہیں کے آپ کے دل اسی طرح پھٹے رہیں اور

آپ کے اوپر جو بدحالی کی تصویر بنی ہوئی ہے اس کو دور کرنے کی اور کوئی صورت نہیں ہے سوائے اس کے کہ آپ خدا کے گھر کے معاملے میں اپنی توجہ کو درست کریں، اپنی نیتوں کو صاف کریں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جلدی تو اس بات کا اثر نہیں ہوا مگر جب بھی ہوا چند سالوں کے بعد اس جماعت کی حالت بھی بدل گئی ساتھ۔

ایک جگہ نہیں دیکھا میں نے ، دو جگہ نہیں ، بار ہا دوروں کے وقت میں نے محسوس کیا کہ جو جماعتیں مسجدوں کی طرف توجہ دیتی ہیں ان کی اپنی حالت بھی اسی شان کے مطابق درست ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ایک براہ راست نسبت رکھتی ہے۔ جو جماعتیں اپنی مساجد سے غافل ہو جاتی ہیں ان کے اندر پراگندی آجاتی ہے، بدحالی کی کیفیت دن بدن بڑھتی رہتی ہے اور پھر یہاں تک کہ ایک دوسرے سے منتشر ہو کر بسا اوقات ایک دوسرے کی دشمنیوں کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔ تو یہ زائد فائدہ ہے جو جماعت کو حاصل ہوگا اگر ہر جگہ مساجد کے معیار کو بلند کرنے کی کوشش کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی عمومی حالت پر اس کا بہت ہی اچھا اثر پڑے گا۔

اس سے اگلا مقام ہے زینت بخشنے کا۔ جہاں جہاں ممکن ہے وہاں مسجد کو پھولوں سے سجانا چاہئے۔ ارد گرد کیاریاں لگائی جائیں، جہاں جہاں ایسے ساتھ صحن موجود ہیں جن کو سجایا جا سکتا ہے، سائے کا انتظام کرنا چاہئے۔ احمدی مسجد باقی تمام دنیا کی مساجد سے اس لحاظ سے امتیاز اختیار کر جائے کہ دولت کی بھر مار وہاں نظر نہ آئے مگر خلوص اور محبت ،صفائی اور پاکیزگی کی صورت میں اس مسجد پر ہمیشہ نچھاور ہو رہا ہو۔ نظر پڑے تو محسوس کرے کہ ایسے لوگوں کی مسجد ہے جو خدا کی عبادت سے محبت رکھتے ہیں۔ جو اپنے گھر پر خدا کے گھر کو ترجیح دینے والے ہیں۔ اس کے برعکس ایک ایسی بھیانک شکل اور بھی نظر آتی ہے کہ اپنے گھر سجانے والوں کی مسجدیں بھی برے حال میں ہوتی ہیں۔ بعض ایسے علاقے ہیں جہاں گھروں کی طرف بڑی توجہ دی جاتی ہے۔ طبعًا اور فطرتًا ان کو شوق ہے کہ گھر اچھے رکھے جائیں لیکن اس کے باوجود مسجد کی حالت زبوں ہوتی ہے اندر جائے انسان تو محسوس ہوتا ہے کہ اس میں کچھ تاریکی کا سایہ ہے۔ اندر جا کر اطمینان سے بیٹھنے کا لطف نہیں آتا۔

تو امید رکھتا ہوں کہ اس طرف بھی خصوصیت سے توجہ دیں گے کیونکہ ملتِ واحدہ بنانے کے پروگرام میں اس کو بھی ایک بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ہم اس صدی کے بہت قریب پہنچ گئے ہیں

جہاں بڑے نیک عزم لے کر ہم داخل ہونے والے ہیں۔ان عزائم میں سے ایک عزم یہ تھا کہ ہم تمام بنی نوع انسان کو ملت واحدہ بنانے کے لئے ایک نمونے کی جماعت پیش کریں گے جو ملت واحدہ کا نمونہ خود ہوتا کہ دوسروں کو اسی شکل وصورت کے اوپر ملت واحدہ بننے کی دعوت دے رہی ہو۔

مساجد کو ملت واحدہ بنانے میں سب سے اہم کردار ادا کرنا ہے کیونکہ مساجد کے اور پہلو بھی ہیں۔نمازوں کی طرف میں پہلے توجہ دلا چکا ہوں، باجماعت نماز کی طرف عبادت کا معیار بلند کرنے کی طرف اس پہلو سے میں دوبارہ اس مضمون کو نہیں دہراتا لیکن خود مساجد کے معیار کو اور مساجد کے متعلق جماعت کے رجحان کو بھی ملتِ واحدہ کے مضمون سے گہرا تعلق ہے۔اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ آئندہ دنیا میں ہر جگہ جماعت کی مساجد صفائی اور پاکیزگی کے اعتبار سے خانہ کعبہ کے اس معیار کو اپنا نمونہ بنائیں گی۔مساجد نمونہ بنائیں گی جب میں کہتا ہوں تو مراد ہے جماعتیں ان کو نمونہ بنائیں گی تو ہماری مساجد بھی انشاء اللہ آئندہ خانہ کعبہ کے اس معیار کے نمونے پر پورا اترنے کی کوشش کریں گی جس کا اظہار اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔اور دوسرا پہلو میں دوبارہ یاد کراؤں کہ مسجد کی خدمت کے اعزاز کو ہم نے قائم کرنا ہے۔بہت سے ایسی مساجد دنیا میں ہیں جن میں کروڑوں اربوں روپیہ خرچ کیا گیا ہے اور بڑے بڑے خادم مسجد وہاں ہمہ وقت مستعد رہتے ہیں کہ مسجد کے کونے کونے کو صاف اور ستھرا رکھیں۔

جماعت احمدیہ کی مساجد میں جو امتیاز ہونا چاہئے وہ یہ کہ دنیا کے لحاظ سے جو اونچے مرتبے پر فائز کئے گئے ہیں ان کو رزق میں فضیلت دی گئی ہے، دیگر عزتوں کے لحاظ سے جن کو اپنے دوسرے بھائیوں پر ایک اعزاز بخشا گیا ہے، وہ مسجدوں کی صفائی میں ذاتی حصہ لینے کی کوشش کریں اور اس بات کو خاندان اپنا اعزاز سمجھیں کہ وہ وقف کرتے ہوں کہ آج کا دن ہمیں دیا جائے تا کہ ہم اس مسجد کی صفائی کریں اور بڑے اور چھوٹے کی تفریق اس معاملے میں نہ ہو بلکہ وہی بڑا ہوگا خدا کے نزدیک جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی سنت کو زندہ کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ چنانچہ اس آیت کا وہ بھی ایک رنگ میں مصداق بن جائے گا۔تو مساجد بھی مصداق بن رہی ہوں اور مسجدوں کی خدمت کرنے والے بھی اس آیت کا مصداق بن رہے ہوں تو ایک بہت ہی پاکیزہ اور دلفریب تبدیلی جماعت کے اندر محسوس ہوگی۔

اس کا تیسرا پہلو ایک اور ہے کہ جب خدا کے گھروں کا ایک نمونہ ہمارے سامنے رکھا گیا تو ہمارے گھر بھی تو اسی نمونے کے مطابق صاف ستھرے اور پاکیزہ ہونے چاہئیں اور ہمارے اندر صفائی کی عادت پیدا ہونی چاہئے۔ اس لحاظ سے بھی میں سمجھتا ہوں کہ ساری دنیا میں ابھی جماعت کی تربیت کی بہت ضرورت ہے۔ عمومی جائزے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صفائی ایک قومی خلق بن گئی ہے اور دینی خلق نہیں رہی۔ پاکستان کے احمدی کی صفائی کا معیار علاقے علاقے میں مختلف ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہندوستان کے احمدی کے گھروں کی صفائی یا پاکیزگی کا معیار بھی علاقے علاقے میں مختلف ہوتا چلا جاتا ہے۔ یورپ کے احمدیوں کا معیار اپنے علاقے سے مناسبت رکھتا ہے۔ امریکہ کے احمدیوں کا معیار اپنے علاقے سے مناسبت رکھتا ہے۔ بنگلہ دیش کے احمدیوں کا معیار اپنے علاقے سے مناسبت رکھتا ہے۔ حالانکہ اسلام نے صفائی کو دین کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ صحیح معنوں میں کوئی انسان دین کو سمجھتا ہو اور دین کے لحاظ سے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتا ہو تو وہ صفائی کو اپنے دینی عوامل کا حصہ نہ بنائے۔ پس جب ہم صفائی کی بات کرتے ہیں تو یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہمارے یورپ میں بسنے والے احمدی بڑے اچھے اور صاف ستھرے ہیں، امریکہ میں بسنے والے صاف ستھرے ہیں کیونکہ وہ اگر صاف ستھرے ہیں تو ان کو یہ صفائی احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے نہیں ملی بلکہ اپنی عادات کے نتیجے میں ملی ہے اور جو صفائی ملی ہے اس میں بھی بڑی خامیاں ہیں کیونکہ قومی صفائی کے تصور دینی صفائی کے تصور سے پوری طرح مطابقت نہیں کھایا کرتے۔ ہمارے ہاں جو پاکی ناپاکی کا ایک مضمون ہے وہ ان قوموں کی صفائی میں داخل نہیں ہے۔ نہایت گندی اور غلیظ چیزیں بھی بعض گھروں میں آپ کو دکھائی دیں گی اور اس کے باوجود وہ گھر صاف ستھرے ہیں۔ شیشوں کی طرح چمکتے ہوئے گھروں میں کئی قسم کی گندگیاں بھی نظر آتی ہیں لیکن اس کی ان کو پرواہ نہیں ہے۔

تو جب ہم اسلام کے نقطہ نگاہ سے صفائی کی بات کرتے ہیں تو مراد ہے وہ صفائی کا تصور جو قرآن نے پیش فرمایا، جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے پیش فرمایا اور آپ نے اسے دین کا حصہ بنا دیا ہے۔ چنانچہ ابو مالک الاشعری سے روایت ہے انہوں نے کہا: **قال رسول اللہ ﷺ الطھور شطر الایمان** (مسلم کتاب الطھارۃ حدیث نمبر: ۳۲۸) کہ ابو مالک الاشعری روایت کرتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا کہ پاکیزگی ایمان کا ایک حصہ ہے اسے ایمان سے الگ

قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس پہلو سے احمدی کے گھر کی صفائی بھی اس کے ایمان کے ان فرائض میں داخل ہو جاتی ہے جو ایمان نے اس پر عائد کی ہے اور تمام دنیا کے احمدی کے گھر کی صفائی اسلام سے حاصل کردہ تعلیم کے مطابق ہونی چاہئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ گھروں کی صفائی بھی امت واحدہ پیدا کرنے میں بہت حد تک ممد اور معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر اس تعلیم پر تمام احمدی دین کا حصہ سمجھتے ہوئے عمل کریں تو ساری دنیا میں خواہ غریب گھر ہوں یا امیر گھر ہوں، غریب ملکوں کے گھر ہوں یا امیر ملکوں کے گھر ہوں وہاں صفائی کو وہ معیار ضرور قائم ہو سکتا ہے جو اسلام نے عائد کیا ہے کیونکہ اسلام نے جو بھی صفائی ضروری قرار دی اس پر پیسہ نہیں لگتا۔ اُس پر توجہ درکار ہوتی ہے۔ ایک صفائی والے مزاج کی ضرورت ہے، غیر معمولی یا معمولی بھی خرچ کی ضرورت نہیں، ادنیٰ سے ادنیٰ غریب انسان یعنی مالی نقطہ نگاہ سے جسے ہم ادنیٰ کہہ سکتے ہیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ امیر ترین انسان بھی اسلامی صفائی کی تعلیم میں برابر ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی اسلامی مساوات کا ایک عجیب حصہ ہے۔

پس حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے جو صفائی کی تعلیم دی اس کو ہمارے گھروں میں بھی منعکس ہونا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس مضمون کو بھی خوب کھول دیا ہے کہ صاف ستھرا رہنا، دیدہ زیب لباس اختیار کرنا اور عموماً اچھا نظیف انسان بن کر معاشرے میں ظاہر ہونا اس کا براہ راست کبر سے تعلق نہیں ہے۔ کبر کا مضمون اور ہے اور صفائی کا مضمون اور ہے۔ اچھے کپڑے پہننا کبر کی نشانی نہیں ہے۔

چنانچہ ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر پایا جاتا ہو۔ سننے والوں میں سے ایک کے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ بعض لوگ اچھے کپڑے پہن کر نکلتے ہیں سج دھج کر باہر آتے ہیں کہیں یہ تو نہیں کہ نعوذ باللہ وہ بھی جہنم میں چلے جائیں گے کیونکہ وہ اچھے کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے دوسرے بھائیوں سے نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے معین طور پر یہ سوال کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ؐ انسان چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اس کا جوتا اچھا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے ۔ تکبر تو حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ (مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر: ۱۳۱) ایسی حیرت انگیز صفائی کے ساتھ آپ نے تکبر کا تجزیہ کر دیا ہے کہ اس کے بعد کسی کے لئے کسی غلط فہمی کا امکان ہی باقی نہیں رہنا چاہئے۔

دو قسم کے اچھے کپڑے پہننے والے باہر نکلتے ہیں۔ایک وہ جو کپڑے پہنے ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کپڑوں میں گرفتار ہو گئے ہیں، کپڑوں کے غلام بن گئے ہیں ۔ کپڑے ان پر سوار ہیں بجائے اس کے کہ انہوں نے اپنی ضرورت کے لئے کپڑے پہنے ہوں۔کریز کا دماغ میں ایسا خیال ہوتا ہے کہ بیٹھتے ہیں تو بہت ہی احتیاط کے ساتھ، تیزی سے حرکت نہیں کریں گے کہ ان کے کپڑوں کی سلوٹ میں فرق نہ پڑ جائے ، معمولی سا کسی بے چارے کا ہاتھ لگ جائے میلا تو جھٹکتے ہیں اس کو نفرت کے ساتھ۔چھوٹا بچہ کبھی پیار کے ساتھ ان کے پاس آجائے ہاتھ لگا لے تو ان کے چہرے کی آپ تیوریاں دیکھیں۔وہ اتنے بھی اخلاق نہیں باقی رہتے کہ چھوٹے بچے نے غلطی سے ہاتھ لگایا ہے اس سے غصہ کا اظہار نہ کریں۔ یہ ساری باتیں تکبر کے پس منظر کی نشاندہی کرتی ہیں۔نماز پڑھنی ان کے لئے مشکل ہو جاتی ہے، سجدے میں جاتے ہیں تو ہر وقت یہ دھیان کے میری شلوار یا میری پتلون کی سلوٹیں خراب نہ ہو جائیں۔

چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اتنی باریک نظر سے اپنے غلاموں کو دیکھا کرتے تھے اور ایسی باریک نظر سے تربیت فرمایا کرتے تھے۔ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ جب سجدے کے لئے جانے لگو تو اپنے کپڑے نہ سمیٹا کرو۔(بخاری کتاب الاذان حدیث نمبر: ۷۷۰) دو شکلیں ہیں کپڑے سمیٹنے کی۔ایک تو یہ کہ وہ رکاوٹ پیدا کرتا ہو۔ یہ مراد نہیں ہے کہ اس رکاوٹ کو دور نہ کرو کیونکہ اس سے توجہ بٹتی ہے، مراد یہ ہے کہ توجہ کپڑوں کی طرف نہ کیا کرو۔ان دو چیزوں میں ایک بڑا نمایاں فرق ہے۔ اگر ایک شخص کپڑوں کی طرف توجہ رکھنے کی وجہ سے سمیٹتا ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔اگر ایک شخص اس لئے سمیٹتا ہے کہ کہیں کپڑوں کی طرف توجہ نہ رہے کہیں پھنسا ہوا ہے کہیں ایسی مشکل پیدا کر رہا ہے کہ سجدے میں توجہ قائم نہیں ہوتی اور دماغ میں یہی بات رہتی ہے کہ فلاں جگہ میری شلوار اس طرح اٹک گئی ہے کہ مجھے تکلیف پہنچا رہی ہے، یا میری پتلون اس طرح اٹکی ہوئی ہے کہ مجھے تکلیف پہنچا رہی ہے۔ایسے موقع پر اس تکلیف کو دور کرنا توجہ خدا کی طرف مبذول کروانے کی خاطر، یہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے منافی نہیں ہے۔

پس آپ نے جب یہ فرمایا کہ تکبر حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے تو ساتھ ہی ایک ہی قسم کا لباس پہننے والوں کے اندر بھی ایک تفریق کا سامان پیدا فرما دیا۔ بعینہ ایک ہی طرح کا لباس پہننے

والے دو آدمی آپ کو مل سکتے ہیں جن میں ایک تکبر کے نتیجے میں پہن رہا ہو اور ایک اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اس کے لئے زینت کا سامان پیدا فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ صاف ستھرا ہو۔ اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے اور ایک شخص جب باہر نکلتا ہے تو جس کے کپڑے اس سے کمزور ہوں، اس سے خراب ہوں وہ ان کو اس نظر سے دیکھ رہا ہوتا ہے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں، اس کا تو سوٹ پتا نہیں کہاں سے سلوایا ہوا ہے پاگل نے، جس درزی سے سلوایا ہے اس کو سوٹ سینا ہی نہیں آتا۔ ٹائی کا رنگ دیکھو قمیض کے ساتھ میچ نہیں کر رہا، جرابیں اس کے سوٹ کے ساتھ میچ نہیں کر رہیں اس کی نظر ہر وقت اسی دھیان میں پڑی رہتی ہے کہ فلاں کے کپڑے ایسے ہیں، فلاں کے کپڑے ایسے ہیں اور اپنے کپڑوں کے متعلق یہ احساس برتری کہ دیکھو میرے کیسے عمدہ کپڑے ہیں۔

اس معاملے میں ہماری خواتین کی بہت تربیت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ جب وہ مجالس میں جاتی ہیں تو واپس آکر اکثر ان کی گفتگو یہی ہوتی ہے کہ فلاں کے کپڑے دیکھے تھے کیسے تھے، فلاں کے کیسے تھے، فلاں کے کیسے تھے۔ اس مضمون میں ایک تو دلچسپی اس رنگ میں بھی ہو سکتی ہے طبعی طور پر کہ کسی کے اچھے کپڑے پسند آئے ہوں اور باتیں ہو گئی ہوں لیکن اس سے بڑھ کر بات اس مضمون پہ اکثر چلتی ہے کہ کیسا بے ڈھنگا جوڑا پہنچا ہوا تھا اس نے، اس کے تو رنگوں کا ہی نہیں پتا، اس کا جو کام تھا وہ اس قسم کا تھا، اس کی بناوٹ بے ڈھب تھی۔ اس قسم کی باتیں کر کے تو وہ لطف اٹھاتی ہیں اور لطف اٹھانے کے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کی اس تعریف کی زد میں آجاتی ہیں کہ تکبر تو لوگوں کو حقیر جاننا ہے، اچھے کپڑے پہننا تو نہیں۔ ان کے اچھے کپڑے جمال کی حد سے نکل کر ایک مکروہ دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ وہ جس طرح خدا کے بندوں کو تحقیر سے دیکھ رہے ہوتے ہیں ایسے لوگ اپنے اچھے کپڑوں کی وجہ سے ان کے کپڑوں پر خدا کی تحقیر کی نظر پڑ رہی ہوتی ہے، یہ متکبر لوگ ہیں ان کے کپڑوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ تو ایک ہی جیسے کپڑوں میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی فراست نے کتنا نمایاں فرق کر کے دکھا دیا۔ ایسے بے ساختہ آپ جواب دیا کرتے تھے اور اتنی گہرائی ہوتی تھی اس میں کہ جب ہم اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو عاشق ہو جاتا ہے دل اس عظیم الشان وجود پر۔ چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں حیرت انگیز باریکی کے ساتھ آپ کی نظر تمام ان محرکات پر پڑتی تھی جو نیتوں کے پیچھے کارفرما ہوتے ہیں۔

پس تکبر کو چھوڑتے ہوئے اس سے بچتے ہوئے ،اس سے انتہائی کوشش کے ساتھ احتراز کرتے ہوئے اپنے اندر، اپنے گھروں کے اندر زینت پیدا کرنے کی بھی کوشش کریں اور زینت آپ کی صفائی کی اس طرح حفاظت کرے گی جس طرح نوافل فرائض کی حفاظت کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو زینت کی عادت ہو جاتی ہے وہ صفائی کے ادنیٰ معیار پر نسبتاً زیادہ آسانی کے ساتھ پورا اترتے ہیں کیونکہ زینت صفائی سے آگے ایک نفلی قدم ہے۔ جتنا زیادہ آپ زینت کی طرف توجہ کریں گے، ان شرائط کے ساتھ جو میں نے بیان کی ہیں، اتنا ہی صفائی کا معیار خود بخود اونچا ہوتا چلا جائے گا۔

پس گھروں میں صفائی پیدا کرنا، اپنے جسم میں صفائی پیدا کرنا اور حتی المقدور کوشش کرنا کہ ان میں زینت پیدا ہو اور زینت بھی کسی غیر معمولی خرچ کو نہیں چاہتی۔ ہر انسان اپنے حالات کے مطابق ذراسی بھی کوشش کرے تو زینت کا کوئی نہ کوئی رنگ اختیار کر سکتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے غریب قوموں میں بھی بعضوں میں جہاں زینت کی طرف توجہ ہے وہ لپائی ایسی صاف ستھری کرتی ہیں یعنی ان کی عورتیں کہ ان کے گھر سجے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایسے دیہات غریب دیکھے ہیں میں نے جہاں مزاج میں زنیت پائی جاتی ہے۔ ان کے کھلیان بھی سجے ہوئے ہوتے ہیں، ان کے گھروں کے صحن صاف ستھرے اور پاکیزہ اور ان کے گوبر اور مٹی سے کی ہوئی لپائی کا معیار ہی ایسا اچھا ہوتا ہے کہ انسان کھڑے ہو کر دیکھتا ہے اور نظر لذت محسوس کرتی ہے۔ تو زینت بھی غربت میں اختیار کی جا سکتی ہے، مزاج میں زینت کی صلاحیت ہونی چاہئے۔

پس آنحضرت ﷺ کے ان ارشادات کی روشنی میں تمام دنیا کی جماعتوں کو اول اپنے بیوت کا معیار بہت بلند کرنا چاہئے۔ سب سے زیادہ توجہ کا مرکز اللہ کا گھر ہونا چاہئے کسی محلے میں کسی شہر میں اور ساری جماعت کو اس کو پاکیزہ رکھنے میں اور اسے زینت بخشنے میں حصہ لینے کی اس طرح کوشش کرنی چاہئے کہ اگر حصہ ملے تو اپنا اعزاز سمجھے اگر حصہ نہ ملے تو محرومی سمجھے۔ اسی طرح اپنے گھروں کو بھی خدا کے گھروں کے نمونے کے مطابق بنانے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ لوگ جو باہر سے آئیں گے اور آنے والے ہیں کثرت کے ساتھ جب بھی وہ احمدی گھروں میں داخل ہوں تو ان کو محسوس ہو کہ یہ اسلامی گھر ہیں اور ہر دنیا کے احمدی گھر میں ایک قدرِ مشترک پائی جائے یعنی پاکیزگی صفائی، زینت۔

بعض قوموں میں واقعۃً یہ اسی رنگ میں اس مضمون کو سمجھا گیا ہے اور گھروں کی طرف اسی

طرح توجہ دی جاتی ہے لیکن مشرقی قوموں میں اکثر اس طرف توجہ نہیں ہے۔ میری ملاقات سوئٹزرلینڈ کے دورے پر ایک بوسنیا کے مسلمان سے ہوئی اور ان کے گھر جانے کا موقع ملا۔ محبت سے وہ پیش آئے جماعت احمدیہ سے متعلق بھی بے انتہا محبت کا اظہار کیا اور عملاً ابھی بیعت تو نہیں کی لیکن ہر پہلو سے اپنے نظریات میں اپنے مزاج میں، اپنے رجحان میں وہ احمدی ہو چکے ہیں۔ جب میں دورے سے واپس آیا تو وہ مبلغ انچارج سے ملے اور بڑی معذرتوں کے بعد انہوں نے کہا کہ میں ہر طرح سے تم سے مل کر خوش ہوں، راضی ہوں، ہر بات سے اتفاق ہے لیکن ایک مجھے چھوٹا سا شکوہ ہے مجھے ابھی سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیوں ہوا ہے ایسا واقعہ۔ انہوں نے کہا بات کیا ہے؟ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ جب وہ میرے گھر آئے تھے تو بوٹ اتارے بغیر گھر میں داخل ہو گئے تھے۔ انہوں نے کہا یہ اس میں کیا بات ہے یہ تو سارا یہی ہوتا ہے یہاں۔ انہوں نے کہا ''ہیں''؟ آپ کے ہاں یہی ہوتا ہے؟ اسلام نے تو گھروں کی صفائی کا ایسا معیار مقرر کیا ہے کہ ہمارے بوسنیا میں تو کوئی شخص بھی جو مسلمان ہو بوٹوں سمیت گھروں میں داخل نہیں ہوتا اور وجہ یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں گھر کو چپہ چپہ ایسا ہونا چاہئے جہاں سجدہ کیا جا سکتا ہو خدا کو اور بہت برے حال تک وہ لوگ پہنچ گئے لیکن اس معیار کو آج بھی انہوں نے قائم رکھا ہوا ہے۔ اس شکوے پہ میرا دل عش عش کر اٹھا، میں نے ان سے کہا کاش! ہر جگہ ہمارے ہاں یہی رواج بن جائیں کہ ایسے گھر پاکیزہ رکھے جائیں کہ گویا اس کے چپہ چپہ پر سجدہ ہو سکے۔ لیکن یہ معیار حاصل کرنا بہت مشکل کام ہے اور بعینہ گھر کے ہر حصے کو ایسا بنانا ہم پر فرض نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم اور احادیث سے پتا چلتا ہے کہ گھر کے بعض حصوں کو وقف کرنا ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تو بہت کھل کر بیان فرمایا، بار بار وضاحت سے فرمایا کہ گھروں میں ایک ایسا حجرہ ہونا چاہئے، ایک ایسی الگ جگہ ہونی چاہئے جہاں جا کر تم عبادتیں کرو اور خدا کی طرف تبتل اختیار کرو۔ (حدیث اسماعیل بن جعفر جلد اول حدیث نمبر ۳۱۰) بچے ہوتے ہیں، بچوں کی عادتیں مختلف اور پھر کام بھی ہمارے ہاں بہت ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض گھروں میں ماشاء اللہ سات سات، آٹھ آٹھ بچے پیدا ہو جاتے ہیں اب وہاں کس طرح وہ عورت بے چاری نبٹے گی کاموں سے کہ وہ گھر کا معیار ایسا بلند رکھ سکے لیکن بہر حال جو رکھ سکتے ہیں انہوں نے کمال کر دیا، اس میں کوئی شک نہیں۔ قابل تعریف ہیں وہ لوگ جنہوں نے صفائی کے معیار کو اس انتہا تک پہنچا دیا ہے کہ ان کے گھروں میں ہر چپہ پر سجدہ ہو سکتا ہے وہ مسجدیں بن گئی ہیں۔

تو جہاں ممکن ہے وہاں جماعت کو یہ بھی کوشش کرنی چاہئے ، یعنی مطمح نظر بلند تر رہنا چاہئے۔
ایک اور بات گھروں کی صفائی کے نتیجے میں کہہ کر اب میں اس مضمون کو ختم کروں گا کہ گھروں کی صفائی عمومی عادات کی صفائی سے گہرا تعلق رکھتیں ہیں۔ جو لوگ گندے مزاج کے ہوں وہ گھر کیسے صاف رکھیں گے۔ انسانی مزاج منعکس ہوتا ہے گھروں میں۔ اس لئے جب کہتے ہیں گھروں کی صفائی رکھو اور ان کو پاک نمونہ بناؤ تو ظاہر بات ہے کہ آپ کی شخصی عادات کو بھی صاف ہونا ہوگا اور نمونہ بننا ہوگا۔ اپنے مزاج میں شائستگی پیدا کریں ، صاف اور ستھرا بدن ، رہن رکھنے کی عادت ڈالیں اور جہاں تک ممکن ہے غریبانہ کپڑے بھی ہوں تو دھوکر ، بار بار دھوکر ان کو پہنا جائے۔

ایک غریب گھر کے متعلق مجھے کسی نے بتایا ہماری ہمشیر گان میں سے کسی نے اطلاع دی کہ بہت غریبانہ ان کا گزارہ تھا لیکن اچھے وقتوں سے ان کے اندر یہ عادت چلی آرہی تھی جسے انہوں نے آخر وقت تک بڑی عمدگی کے ساتھ قائم رکھا اس کی حفاظت کی کہ جب بھی گھروں میں بچے واپس آتے تھے تو آتے ہی وہ کپڑے بدلتے تھے دوسرے گھر کے کپڑے پہنتے تھے اور روزانہ اپنے کپڑے دھوتے تھے خود اور ان کو لٹکا کر سوکھنے کے لئے پھر وہ نہا کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ بڑی مشکل عادتیں ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن ہیں بہت اعلیٰ اور پاکیزہ۔

جن لوگوں میں یہ عادتیں اختیار کی جاسکتی ہوں وہ بے شک کریں لیکن کم سے کم معیار سے نہیں گرنا ، یہ تو ساری جماعت پر فرض ہے۔ دیکھنے میں صاف ہوں ، بولنے میں ان کے صفائی ہو ان کی عادات میں ان کے مزاج میں صفائی ہو ، گھر اچھے اور پاکیزہ ہوں۔ لیکن ایک آخری تنبیہ میں ضرور کروں گا کہ گھروں کی صفائی کے نتیجے میں گلیاں نہ گندی کریں اس کا آپ کو حق نہیں ہے ، یہ اچھی عادت کی بجائے ایک بری عادت کا مظہر بات ہے۔ بعض ہمارے پاکستان میں ایسے قصبے ہیں جن کے اندر گھروں کی صفائی کا معیار بہت بلند ہے ، شیشے کی طرح چمک رہے ہوتے ہیں اور گلیاں اتنی گندی کہ بدبوئیں اور غلاظتیں ان کی نالیوں میں بہتی اور ہر چیز گندی باہر سڑکوں پہ پھینکی ہوئی۔ وہ لوگ بیچارے جن کے جسم پر خارش ، وہ گلیوں میں جہاں جہاں بیٹھیں گے وہ خارش کرتے ہوئے آپ کو دکھائی دیں گے کسی کو آدھی جلد میں کسی کو پوری جلد میں بال اُڑے ہوئے۔ نہایت مکروہ منظر ان کی گلیاں پیش کرتی ہیں۔ اسی لئے بیماریاں بھی بہت زیادہ ہیں وہاں مکھی بھی ہے ، گند بھی ہے لیکن قومی

عادت ہے، گھر صاف ہیں۔ گھروں کو خوب صاف رکھتے ہیں مانجھتے ہیں یعنی اپنا گند سوسائٹی کے سپرد کر دیا۔ اس کا کسی احمدی کو کوئی حق نہیں ہے۔ اپنا گندا اپنے گھر سے دور کر کے قوم کے سپرد نہیں کرنا یعنی قوم کے اوپر نہیں پھینکنا بلکہ اس کی حفاظت کا انتظام کرنا ہے جہاں اچھی میونسپل کمیٹیاں ہیں وہاں تو ایسے انتظامات ہوتے ہیں سہولت کے ساتھ کہ گندگی کو ڈبوں میں بند کیا جاسکتا ہے۔ جہاں نہیں ہے اور احمدی گاؤں ہے وہاں ان کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے کہ مل کر ایسا انتظام کریں کہ گھروں کا گند باہر گلیوں میں نہ پھینکا جائے، گھروں کی گندگی نالیوں میں نہ بہے۔ جہاں تک ممکن ہے اس کو اس برائی کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ قومی انتظام نہ بھی ہو تو گھروں کو اپنے طور پر کچھ ایسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں کہ وہ ایک نیکی کو اختیار کرتے ہوئے ایک بڑے جرم کا شکار نہ ہو جائیں۔

قوم کے جو حقوق ہیں وہ افراد کے ذاتی حقوق پر کئی پہلوؤں سے فوقیت رکھتے ہیں ان میں ایک یہ بھی کہ اپنی صفائی کو قوم کا گند بنانے کا کسی کو حق نہیں۔ اس لئے یا تو قومی طور پر مل کر وقارِعمل کے ذریعے ایسے انتظام کئے جائیں یا کوئی پھر اپنے گھروں میں ایسے بڑے ڈبے رکھ لیں کہ وقتاً فوقتاً اس کے خالی کرنے کی کوشش کی جائے گھر والوں کی طرف سے کسی ایسی جگہ جہاں گندگی کے لئے ڈھیر مقرر کئے جاتے ہیں۔

تو ان سب باتوں کی طرف توجہ کریں میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اگلی صدی سے پہلے اس پہلو سے بھی ہم ایک امت واحدہ بننے کی کوشش کریں گے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک نہایت پاکیزہ اور صاف شفاف امت واحدہ کے طور پر ظاہر ہوں گے۔ اللہ کرے کہ ہمیں اس کی توفیق عطا ہو۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

آج بھی جمعہ کے ساتھ عصر کی نماز جمع ہوگی کیونکہ ابھی تک باہر سے آنے والے مہمانوں کی کثرت ہے اور ان کے لئے تکلیف کا موجب ہوتا ہے کہ ظہر کے بعد واپس جائیں جو بہت دور دور جگہیں ہیں پھر وہ واپس عصر کے لئے تشریف لائیں۔ تو اس لئے آج کے جمعہ میں بھی اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ عصر کی نماز جمع کی جائے گی۔ کل تک دیکھا جائے گا اگر ممکن ہوا تو ظہر اور عصر کی نمازیں الگ کر دی جائیں گی اور جب تک مغرب اور عشاء کی ضرورت محسوس ہوگی باہر سے آنے

والوں کی کثرت کی وجہ سے وہاں ان کا زیادہ حق ہے سہولت پیدا کرنے کا۔تو وہ دیکھ لیں گے انشاء اللہ کل سے کب تک چلنا ہے آئندہ۔نماز عصر کے بعد چونکہ جمع ہوں گی ، نماز جنازہ ہوگی چند مرحومین کی جن کے نام میں آپ کو پڑھ کہ سنا دیتا ہوں ، نماز جنازہ غائب۔

ایک حکیم قریشی نذیر احمد صاحب النصرت دواخانہ ربوہ جو ہاضمون والے کے نام سے مشہور تھے ، بہت سے دوست ان کو جانتے ہیں اس لحاظ سے ۔۷۲ سال کی عمر میں آپ وفات پا گئے ہیں۔ ہمارے انگلستان کی جماعت کے ایک بہت ہی مخلص اور مستعد خادم حمید احمد لائل پوری کے خسر تھے۔

مکرم نذیر الٰہی صاحب جو پیٹس برگ کے پریذیڈنٹ تھے امریکہ میں ان کے متعلق بھی عبدالرشید صاحب مبلغ واشنگٹن نے وفات کی اطلاع دی ہے اور نماز جنازہ غائب کی درخواست کی ہے۔

مکرمہ امۃ الرحیم صاحبہ چوہدری غلام رسول صاحب مرحوم کی بیوہ تھیں اچانک دل کا دورہ پڑھنے سے وفات پا گئی ہیں۔غلام مصطفیٰ ظفر صدر جماعت احمدیہ ڈگری ضلع تھرپارکر کی والدہ تھیں۔ کل انہوں نے مجھے ملاقات کے دوران بتایا کہ وہ جلسے پہ تشریف لائے تھے کہ اچانک ان کی والدہ کی وفات کی اطلاع ملی۔اللہ انہیں صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

طالعہ بیگم اہلیہ چوہدری فضل احمد صاحب مرحوم بھوپال والا ضلع سیالکوٹ وفات پا گئیں ہیں۔چوہدری فضل احمد صاحب مرحوم۔وہ سندھ سینڈیکیٹ میں کام کیا کرتے تھے اور کسی زمانے میں امیر جماعت احمدیہ کراچی بھی رہے ہیں۔

تو ان سب کی انشاء اللہ نماز عصر کے معاً بعد نماز جنازہ ہوگی۔